Fikr-o-Nasar (Islamabad) 11:10 (1974)

تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اہل السنه

(۷)

محمد صغیر حسن معصومی

وقوله : ''فأما الذین امنوا فیعلمون انه الحق من ربهم،، : بهرحال، جو، ایمان والے هیں وه جانتے هیں که یه ان کے پروردگار سے حق هے، یعنی وه جانتے هیں که چھوٹے چھوٹے جسم و جثّه والے جانداروں کی مثل حق هے ۔ کیونکه وه ان میں حکمت و لطافت کی عجیب عجیب گلکاریاں دیکھتے هیں ۔

وقوله : '' واماالذین کفروا فیقولون ماذا اراد الله بهذا مثلا،، اور جو لوگ الله کو نهیں مانتے وه کهتے هیں که ایسی مثل سے الله تعالیٰ کا کیا مطلب هے ؟ یعنی ان کو ان جانداروں میں حکمت و فن کی عجیب و غریب کارستانیاں نظر نهیں آتیں، وه صرف ان کی حقیر اور کمتر جسامت کو دیکھتے هیں ۔

وقوله : ''یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا،،: الله تعالی ایسی مثالوں سے بهتوں کو گمراه کرتا هے اور بهتوں کی رهنمائی ۔

یه آیت معتزله کے نظریه کے خلاف هے ، یعنی جب کفار کهتے هیں که الله تعالیٰ نے ایسی مثل سے کیا مراد لیا هے، تو اس کے جواب میں الله تعالیٰ کا ارشاد هے که : '' الله کا مقصد هے که اس مثل سے بهتوں کو گمراه کرتا هے، اور یه بھی اس کا اراده هے که اس مثل سے بهتوں کو راسته دکھائے ۔ مطلب یه هے که الله ان کو گمراه کرتا هے جن کے متعلق وه جانتا هے که الله کے علم میں هے که اس مثل سے یه لوگ گمراهی اختیار کریں گے ۔ اور هدایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان لوگوں کی کرتا ہے جن کے بارے میں اللہ کو علم ہے کہ یہ لوگ ہدایت اختیار کریں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ ہرایک سے اپنے علم کے مطابق ارادہ کرتا ہے کہ وہ اپنی پسند اختیار کرے، واللہ اعلم۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہر ایک کی ہدایت کرنا چاہتا ہے لیکن وہ لوگ ہدایت نہیں پاتے۔ دیگر اینکہ وہ ''اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے،، یعنی گمراہ میں ضلالت کے فعل کو اور ہدایت یافتہ میں ہدایت پانے کے فعل کو پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ ''اھدنا الصراط المستقیم،، کے ماتحت بیان مذکور ہوا۔

وقولہ : ''وما یضل بہ الا الفاسقین،، اور ایسی مثل سے وہ صرف بدکاروں ہی کو گمراہ کرتا ہے۔ یعنی اس مثل سے اللہ تعالیٰ نہیں گمراہ کرتا مگر فاسق ہی کو جو اس میں کوئی خوبی اور لطافت ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتا ہے۔

وقولہ : ''الذین ینقضون عھد اللہ من بعید میثاقہ،،: یہ وہ فاسق ہیں جو اللہ تعالیٰ سے قول و قرار کرنے کے بعد اپنے عہد کو توڑتے ہیں ،،۔

اللہ تعالیٰ سے عہد کرنے کی دو توجیہیں بیان کی گئی ہیں :

١ - عہد خلقت : اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق باری تعالی کی وحدانیت پر شہادت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(١) وفی انفسکم افلا تبصرون (الذاریات : ٢١)،، کیا تم اپنی ذات میں نہیں دیکھتے ؟ (کہ کس طرح اللہ نے پیدا کیا ہے)۔

(٢) ''أو لم یتفکروافی انفسھم (الروم : ٨) کیا یہ لوگ اپنی ذات میں غور و فکر نہیں کرتے ؟ مطلب یہ ہے کہ اگر اپنی ذات میں نظر کریں اور تامل سے کام لیں تو اپنے بنانے والے کو پہچان لیں کہ وہ ایک اور یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

٢ - عہد رسالت : انبیاء اور رسولوں (علیہم السلام) کی زبان پر (رسالت

کا عہد اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے لیا)، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : ''وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلاۃ و اتیتم الزکاۃ وأمنتم برسلی (المائدہ : ۱۲)''، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بےشک میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں، البتہ اگر تم نے نماز ادا کی، زکات دی، اور میرے رسولوں پر ایمان لائے۔ (تو میں تمہارے ساتھ ہوں)۔

''واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب (ال‌عمران : ۱۸۷) الآیۃ، ''اور جب اللہ تعالی نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جو کتاب دئے گئے ہیں۔''، تو ان لوگوں نے عہد خلقت اور عہد رسالت، دونوں کو توڑ دیا۔

وقولہ : ''ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل'' : اور وہ لوگ اس کو کاٹ دیتے ہیں جس کو جوڑنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔

دو مفہوم کا احتمال ہے : (۱) بعض رسولوں پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ سارے انبیاء رسل پر ایمان لانے کا حکم ہے، چنانچہ اللہ تعالی ان کے قول کو بیان کرتا ہے :'' نؤمن ببعض و نکفر ببعض (النساءٔ : ۱۵۰) (ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں، اور بعض کا انکار کرتے ہیں)۔

(۲) بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، مگر یہ لوگ ملنا جلنا ترک کرتے ہیں۔

وقولہ : ''و یفسدون فی الارض''، اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

اس کا مفہوم بھی دو طرح بیان کیا جاتا ہے : (۱) لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا قول ہے : ''یامرون بالمنکر و ینہون عن المعروف (التوبۃ : ۶۷) (برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں)۔

بعض یہ کہتے ہیں (۲) کہ خود یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کا قول ہے: ''ویسعون فی الارض فسادا،، (المائدہ: ۳۳، ٦۳) (اور زمین میں دوڑتے ہیں فساد کرنے کو)۔

وقولہ: ''اولئك هم الخاسرون،، یہی ہیں وہ لوگ جو نقصان اٹھاتے ہیں۔

یہاں بھی دو مفہوم کا احتمال ہے: (۱) نقصان اٹھائے کہ دنیا میں اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کو نہ پاسکے، اور سب رائیگاں گئیں۔

حسن (بصری) سے روایت ہے کہ انہوں نے 'ہم الخاسرون، کے بارے میں کہا کہ انہوں نے اپنے نفوس آگ کے طبقوں میں ڈال دئے، کہ کفر اختیار کیا، اور یہ کھلا نقصان ہے۔

وقولہ: ''کیف تکفرون باللہ وکنتم اسواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم،، تم کیوں کر اللہ کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، تم کو اللہ تعالی نے حیات بخشی، پھر تم کو موت دیگا اور پھر زندہ کریگا،،۔

چند مفہوم ہوسکتے ہیں: (۱) تمہارے پاس کہاں سے دلیل آگئی کہ اللہ کے سوا بتوں کو اور ان کے سوا کو پوجنا حق ہے؟ کیونکہ ان چیزوں نے موت کے بعد کسی چیز کو نہ پیدا کیا، اور نہ زندہ کرنے کے بعد مارنے کی قدرت (ان کو ہے)۔

(۲) موت کے بعد بعث (زندہ ہوکر اٹھنے) کا کیونکر انکار کرتے ہو، یعنی بے جان نطفہ تھے اللہ تعالی نے تم کو زندہ کیا۔ پہلی پیدائش کا تم انکار نہیں کرتے، پھر کیسے موت کے بعد حیات کا انکار اور بعث کا انکار کرتے ہو؟۔

(۳) موت کے بعد زندہ کرنے اور حساب و کتاب کے لئے قیامت کے دن اٹھنے کا انکار کیسے کرتے ہو، حالانکہ یہ بات عقل کو لگتی ہے کہ ساری مخلوق کو فنا کرنے کے لئے اور کسی انجام کے ارادہ کے بے غیر مارنے

کے لئے پیدا کرنا فضول اور عبث ہے۔ کیونکہ برباد کرنے اور توڑنے کو عمارت بنانا بیہودہ اور عبث ہے، اسی طرح بے غیر کسی انجام و نتیجے کے دوڑنا بیکار و بیسود ہے، پھر اللہ کے فعل کو کیسے بیکار اور عبث کہا جاسکتا ہے، اگر اللہ بزرگ و برتر نے مخلوق کے لئے کوئی جزا و سزا کی جگہ نہیں بنائی تو ان کا پیدا کرنا محض لغو، بے سود اور خالی از حکمت ہوگا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے ایسے فاسد افکار سے بہت بلند و بالا ہے۔

وقولہ : ''ثم الیہ ترجعون،، پھر تم سب اسی اللہ کی طرف لوٹائے جاؤگے۔

۱ - یعنی تم کو علم ہے کہ تم سب اسی اللہ کی طرف واپس جاؤگے، اور وہی مرجع اور ٹھکانا ہے،

۲ - تم سب اس عذاب کی طرف لائے جاؤگےجس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تیار کیا ہے۔ یہ ان لوگوں کے خلاف حجت و دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دے دی تھی کہ پہلی موت یعنی نہ پائے جانے کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، نیز اللہ تعالیٰ ان کو دوسری موت کے بعد اٹھائیگا ''پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے،، گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تم یقین کرلو کہ اسی کی طرف واپس لائے جاؤگے۔

قولہ : '' ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا،، وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے ان ساری چیزوں کو پیدا کیا جو زمین میں ہیں۔

بعض لوگوں نے اس آیت کو ''کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا،، کا صلہ بیان کیا ہے، یعنی تم اس ذات کا انکار کیسے کرتے ہو جس نے تمہارے فائدے کے لئے زمین کی ساری چیزوں کو پیدا کیا جو اللہ کے ایک ہونے پر رہنمائی کرتی ہیں، کیونکہ زمین میں کوئی چیز ایسی نہیں جس میں اللہ کی وحدانیت پر دلیل نہ ہو،

یہ مفہوم بھی ہے کہ تم لوگ اس ذات کا انکار کیونکر کرتے ہو جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے تمہارے لئے زمین میں ایسی نعمتیں پیدا کیں جن کا شکریہ ادا کرنا تمہارے لئے واجب نہیں کیا۔ تو تم لوگوں نے ان نعمتوں کے شکریہ کا مستحق اس ذات باری کے سوا کسی دوسرے کو کیونکر سمجھا ؟

اس بات کا احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی چیزوں کو تمہارے لئے ابتلا و آزمائش کی غرض سے پیدا کیا، اور دنیا میں تمہارا ان کے ساتھ استحان لینا مقصود ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ''لیبلوکم ایکم احسن عملا (سورۃ الملك : ۲)،، تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا عمل میں ہے،، پھر تم سب دوسری دنیا میں ضرور جزا دئے جاؤگے، پھر کیونکر تم نے قیامت کے دن اٹھنے کا انکار کیا ؟

علاوہ ازیں دنیا میں مخلوق کو فنا کے لئے پیدا کرنے اور آخرت کے لئے زندہ کرنے کی حکمت بیان کرنے میں حکمت و دانشمندی ہے ، اور اس کے انکار کرنے میں حکمت کا فقدان لازم ہے ۔

وقولہ : ''ثم استوی الی السماء،، پھر اللہ تعالیٰ سما و بلندی کی طرف برابر ہوگیا، اس آیت میں چند وجوہ ہیں :

۱ ۔ کسی نے کہا ہے کہ دخان (دھوئیں) میں برابر ہوگیا ۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''استوی الی السماء وھی دخان (سورۃ فصلت : ۱۱) پھر آسمان کی طرف برابر ہوگیا جو دخان ہے ۔

۲ ۔ کسی نے کہا ہے کہ 'استوی، بمعنی ''تم،، ہے یعنی پورا ہوگیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''بلغ اشدہ واستویٰ،، اپنی پوری سختی کو پہنچ گیا اور پورا برابر ہوگیا (سورۃ الاحقاف : ۱۵) ۔

۳ ۔ کسی نے کہا ہے کہ ''استوی،، بمعنی استولیٰ ہے ۔ یعنی غالب ہوگیا ، مسلط ہوگیا ۔

ایسی آیتوں کے متعلق جن میں مشبهه (۱) یعنی تشبیه کا عقیده رکھنے والے یه سمجھتے هیں که ان آیات میں الله تعالیٰ کا ایسے اوصاف کے ساتھ متصف هونا ثابت هے جن کے ساتھ (بظاهر) بطور تشبیه بهت سی مخلوق متصف هے، همارے یہاں اصل مفهوم حسب ذیل هے، یه آیتیں مثلاً ''ثم استوی الی السماء،، ''استوی علی العرش (سورة الاعراف : ۵۴، سورة یونس : ۳، الرعد : ۲، الفرقان : ۵۹ ،السجده : ۴، الحدید : ۴)، نیز ''وجاء ربك (سورة الفجر : ۲۲)، ''هل ینظرون الا ان یاتیهم الله (سورة البقرة : ۲۱۰) هیں، (جن میں یه ذکر هے که 'الله آیا، یا آئیگا، ظاهر هے که 'آنا، جیسا فعل الله کے شایان شان نہیں) ۔

درحقیقت ایسی متشابهات آیتوں کا مفهوم چند طریقوں سے بیان کیا جاسکتا هے :

۱ ۔ ایک طریقه یه هے که الله تعالیٰ کو هم انهیں اوصاف کے ساتھ متصف کریں جن کا ذکر قرآن حکیم میں آیا هے ، همیں یقین هے که الله تعالیٰ کا فعل اور وصف کسی دوسرے کے فعل و وصف کے ساتھ کسی قسم کی مشابهت نہیں رکھتا، کیونکه همارا اجمالی عقیده هے که الله تعالیٰ کسی چیز کے ساتھ مماثلت و مشابهت نہیں رکھتا (ان الله لیس کمثله شیء)، اور نه یه جایز هے که کوئی شیء کسی طرح بھی اس کے مثل هو، کیونکه اس جیسا کوئی چیز

---

(۱) مشبهه یعنی تشبیه کا عقیده رکھنے والے دو قسم کے هیں: (۱) وه لوگ جنهوں نے الله تعالی کی ذات کو کسی دوسرے کی ذات کے مشابه سمجھا ۔ (۲) وه لوگ جنهوں نے الله تعالی کی صفات کو کسی دوسری ذات کے صفات کے مشابه گردانا ۔ دونوں طرح کے لوگ مختلف گروهوں میں منقسم هیں ۔

یہاں امام منصور ماتریدی نے بظاهر دوسری قسم کے لوگوں کی طرف اشاره کیا ہے، اس قسم کے لوگوں میں بعض وه هیں جنهوں نے الله تعالی کے اراده کو اس کی مخلوق کے اراده کے مشابه سمجھا ہے (یه بصره کے معتزله کا عقیده ہے)، اور بعض وه لوگ هیں جو الله کے کلام کو اس کی مخلوق کے کلام کے مانند سمجھتے هیں ۔ (دیکھئے مقالات الاسلامیین ج ۲ ص ۲۰۸، نیز الفرق بین الفرق ص ۲۲۰) ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہوسکتی ہے نہ ہوگی، اور نہ کوئی چیز کسی طرح کسی بات میں اللہ کی مشابہت میں کبھی پہلے وجود میں آئی۔

روایت و درایت دونوں طرح سے یہ بات ناقابل قبول ہے اور کسی طرح جایز نہیں کہ صانع کسی فعل کے ساتھ متصف ہونے میں کسی دوسرے کے مانند ہو (کیونکہ اس صانع کے سوا کسی غیر کا وجود متصور نہیں)، اور اللہ تعالی کا حی (صاحب حیات) قدیر (صاحب قدرت) سمیع (سننے والا) اور بصیر (دیکھنے والا) ہونا پیدا کی ہوئی اشیاء کی حقیقت کے منافی ہے کہ مخلوق زندہ ہونے، قدرت رکھنے، اور سمع و بصر رکھنے میں پیدا کرنے والے (خالق) سے بالکل مختلف ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور کسی مخلوق کی ذات و صفات میں کوئی مماثلت و مشابہت نہیں، اور قرآن حکیم کا حکم اور بیان لازم ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت و فعل کو اسی طرح سمجھنا چاہئے جس کا اظہار و ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

۲۔ دوسرا طریقہ اسلوب بیان کا ہے جو مختلف ہوتا ہے اور جس سے طرح طرح کے معانی کا امکان ہوتا ہے، کہیں کلام کو مختصر کرتے ہیں، اور سمجھنے کے مواقع میں وضاحت سے احتراز کیا جاتا ہے، جیسے ''جاء ربك والملك،، (الفجر: ۲۲) کہ معنی ''جاء ربك بالملك،، ہے، یعنی تمہارا پروردگار فرشتے لایا،، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول اِذهب انت و ربك،، فقاتلا، (المائدہ: ۲۴) یعنی آپ (اے موسی) اپنے پروردگار کے ساتھ جائیے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ موسی علیہ السلام اپنے پرور دگار کے ساتھ مل کر مقاتلہ کریں گے، جیسا کہ کلام سے مفہوم ظاہر ہے۔

اسی طرح یہ معلوم ہے کہ فرشتے آتے ہیں، (اور اللہ کے حکم کو عملی جامہ پہناتے ہیں)، اس مفہوم کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے ''لایسبقونہ بالقول

وهم بأمره یعملون،، (الانبیاء : ۲۷) یہ فرشتے اللہ تعالیٰ سے قول میں سبقت نہیں کرتے اور وہ لوگ اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں،، ۔ اسی طرح کی آیت ہے : هل ینظرون الا ان یاتیهم الله (البقرة : ۲۱۰) الایه، یعنی وہ نہیں دیکھتے مگر یہ کہ اللہ ان کے پاس آجائے ۔ (یعنی اللہ کے آنے کا انکو انتظا رہے ؟)

مزید برآں یہ بات واضح ہے کہ کسی کا یہ عقیدہ نہیں اور نہ یہ بات کسی کے وہم میں بھی متصور ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی آمد،، یا نزول، یا نظر کرنے، کا مفہوم وہی ہے جو ان الفاظ سے ظاہر ہے ۔

فرشتوں کے نزول کے ذکر سے مراد ان کی عظمت و شان کا بیان ہے اور واقعے کی اہمیت کی توضیح، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول ''یوم یرون الملائکة لا بشری،، (سورة الفرقان : ۲۲) (جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے، کوئی خوشخبری نہ ہوگی ۔) نیز ''ماننزل الملائکة الا بالحق و ما کانوا اذاً منظرین (سورة الحجر : ۸) ہم فرشتوں کو صرف حق کے لئے اتارتے ہیں، اور وہ اس وقت دکھائی نہیں دیتے تھے،، سے ظاہر ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے قول ''الرحمن علی العرش استوی،، (سورة طه : ۵) کی دو توجیہیں ہیں :

۱ ۔ عرش کا مفہوم یہ ہے کہ پوری ملکیت اور پورا غلبہ جس میں کوئی کمی نہیں ہوسکتی اللہ کے لئے ہے، اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے کی تدبیر یا غلبہ کارآمد ہے ۔

۲ ۔ عرش کو ساری مخلوق پر بلندی و رفعت حاصل ہے، لوگوں کے اوہام میں یہ عام ہے، تو آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری بلندیوں سے ارفع و اعلی ہے، اور ان کے وجود سے پہلے ہی ہر شے سے بلند تھا، اور اب بھی اس کو سب پر قدرت و غلبہ حاصل ہے، ولاقوة الاباللہ ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض اصل مفہوم وہی ہے جو ہم ذکر کرچکے ہیں کہ اللہ کے فعل کو مخلوق کے فعل کے ساتھ ، اور اس کے کسی وصف کو مخلوق کے کسی وصف کے ساتھ کوئی اندازہ اور نسبت نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خبر دے چکا ہے کہ کوئی شے اس کے مانند نہیں؛ لیس کمثلہ شئی (سورۃ الشوری : ١١)

وقولہ : ''فسوا ھن سبع سموات وھو بکل شی علیم،، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سات آسمانوں میں برابر کردیا، اور وہ ہر شئے کا علم رکھنے والا ہے۔

(یہی مضمون چند طرح سے ادا ہوا ہے) ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فسوا ھن (پس ان کو برابر کیا) ایک مرتبہ فرمایا : خلق سبع سموات : انہوں نے سات آسمان پیدا کئے (سورۃ الطلاق : ١٢؛ سورۃ الملک : ٣) اور ایک مرتبہ فرمایا : فقضاھن سبع سموات (سورۃ فصلت : ١٢) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق سات آسمان ہونے کا فیصلہ کیا۔ اور ایک بار فرمایا : بدیع السموات (سورۃ البقرۃ : ١١٧) آسمانوں کو پہلی بار پیدا کرنے والا، ان سب آیتوں کا مرجع و مال ایک ہی ہے۔

وقولہ : ''واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ، قالوا : اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء،،۔ اور جب (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پروردگار نے کہا فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک قائم مقام بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے عرض کیا : اے اللہ : کیا زمین میں آپ ایسے شخص کو بنائیں گے جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا ؟

شیخ رضی اللہ عنہا (امام ابو منصور ماتریدی) نے فرمایا : یہ قولسورۃ بقرہ کی ان آیتوں کے بارے میں ہے جن میں آدمؑ علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا ہے، اور اس بات کا اظہار ہے کہ ان کے بارے میں اہل تفسیر نے ہم میں سے کسی کی شہادت کے بغیر کہا ہے کہ اس میں جو حکمتیں پوشیدہ ہیں وہ سب درست ہیں، یا کسی شئے کی تحقیق پر یقین ہے، اور پھر اس کی پوری تفصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔

لیکن تدبیر انسانی غالباً جن باتوں کا احتمال رکھتی ھے اور جن کا دخل ھمارے لئے مبلغ علم ھے وہ یہ ھے کہ اھل حرفہ (اور محنت کرنے والوں) کے لئے یہ وصف جایز ھے، اگرچہ فرشتوں کو ھر ایسے مفھوم سے پاک رکھنا بھتر ھے جس میں وحشت ھو جو نامانوس ھو، فرشتوں کی صفت تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ھے کہ یہ اطاعت گذار اور فرماں بردار ھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ھے : ''لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایومرون،، (التحریم : ٦) جو حکم اللہ دیتا ھے اس سے وہ سرتابی نہیں کرتے، اور جو حکم دیتا ھے وہ کرتے ھیں ۔ ''وقالوا اتخذ الرحمن ولدا . . . . . لایسبقونہ بالقول،، الایة (الانبیاء : ٢٧) لوگ (مشرکین) کھتے ھیں رحمان (اللہ تعالیٰ) نے (فرشتوں کو) اولاد بنالیا ھے، گفتگو میں اللہ پر سبقت نہیں کرتے ۔،، ''یخافون ربھم من فوقھم و یفعلون مایومرون،، (النحل : ٥٠) فرشتے اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ھے ڈرتے ھیں اور جو حکم ان کو دیا جاتا ھے وہ کرتے ھیں ۔ ''لایستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون (الانبیاء : ١٩) اللہ کی عبادت سے وہ بڑائی نہیں چاھتے، اور نہ عجز و حسرت کا اظھار کرتے ھیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھت سے آثار مروی ھیں جن سے فرشتوں کی طاعت و عبادت پر مواظبت و ھمیشگی ظاھر ھے(١) ۔

---

(١) طبری نے سعید بن جبیرسے جید اسناد کے ساتھ روایت کی ہے، فرماتے ھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہےتھے ایک منافق پر ایک مسلمان کا اس حال میں گزر ھوا،تو اس سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ھیں اور تو بیٹھا ہے ؟ اس منافق نے کہا : اگر تمھیں کچھ کام ہے تو جاؤ اپنا کام کرو، مسلمان نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ ضرور کوئی ادھر سے گزریگا تو تمھارے اس فعل کو انکار کریگا ۔

اتفاق یہ ھوا کہ حضرت عمر بن الخطاب گذرے، تو آپ نے اس سے کہا : اے فلانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ھیں اور تو بیٹھا ہے ؟ ان سے اس نے ایسا ھی کہا (کہ آپ اپنا کام کیجئے)، یہ میرا عمل ہے، حضرت عمر نے اس پر حملہ کیا اور اس کو اتنا مارا کہ ختم ھوگیا ۔

پھر حضرت عمر مسجد میں داخل ھوئے اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب حضور فارغ ھوئے، تو عمر آپ کے سامنے کھڑے ھوے اور عرض کیا : یا نبی اللہ : تھوڑی دیر ھوئی میں فلاں شخص پر گذرا بحالیکہ آپ نماز پڑھ رہےتھے تو میں نے اس سے کہا : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ھیں اور تو بیٹھا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ جاؤ اگر کچھ کام ہے تو اپنا کام کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیوں نہیں تم نے اس کی گردن ماردی ؟ حضرت عمر عجلت کے ساتھ اٹھے ۔

© rasailojaraid.com